Fikr-o-Nasar (Islamabad) 5:3 (1967)

افکار و آرا

"مکتوبِ مفتوح" کے جواب میں

مکرّمی! السلام علیکم،

"فکر و نظر" ماہ جون کے شمارہ میں "مکتوبِ مفتوح" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس سلسلہ میں چند گزارشات بخدمت پیش ہیں۔

واضح رہے کہ میں ایک کاروباری آدمی ہوں اور عملی طور پر کسی جماعت سے وابستہ نہیں ہوں۔ یقین مانیے کہ میں خود مُلّائی نظام کا آپ سے کسی طرح بھی کم مخالف نہیں ہوں۔ تقریباً ۱۵ برس کے مُطالعہ اور مختلف سیاسی و مذہبی جماعتوں کو جانچنے کے بعد میری یہ دیانتدارانہ رائے ہے، کہ "دینِ اسلام" کو جتنا خطرہ مُلّائی نظام سے ہے' اس سے کہیں زیادہ خطرہ اُن لوگوں سے ہے، جو آزاد خیالی، اور ترقی پسندی کے نام پر' دین' میں تحریف کرنے پر تُلے بیٹھے ہیں۔ آپ جیسے بلند مرتبہ اور عالی دماغ شخص کے لیے ضروری تھا کہ اس "خطرہ" کی طرف توجہ کی جاتی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس بارے میں آپ نے تحقیق و انصاف کا حق ادا نہیں کیا۔

یہ بات درست سہی کہ مُلّاؤں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔ دین و مذہب کی غلط نمائندگی کی۔ عوام کو زمانہ کا ساتھ دینے کے لیے تیار کرنے کے فرض سے چشم پوشی کی وغیرہ وغیرہ، یہ سب کچھ درست سہی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں موڈرن طبقہ نے دینی نقطۂ نظر سے کون سا کارنامہ انجام دیا۔ ۲۰ برس سے بلا شرکت غیرے یا بلا شرکت مُلّا یہ طبقہ پاکستان میں برسرِ اقتدار ہے، ہر قسم کے ذرائع و وسائل اس کے ہاتھ میں ہے، ۵۸ء کے بعد ۹ برس سے تو مستحکم اور مضبوط حکومت قائم ہے، کیا اس نے قرآن کی ہدایت کے مطابق کوئی اصلاح کی؟ اس سلسلہ میں آپ شاید عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو پیش کریں، لیکن ان مسائل (جو کہ یقیناً اختلافی ہیں) کے علاوہ اور کیا کیا گیا۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

معقولیت اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ وہ خامیاں اور برائیاں جو کہ غیر اخلاقی ہیں، اور جنہیں مٹانے کے لیے قرآن مجید نے صاف صاف احکامات دیئے ہیں اور جن کا مطلب و مفہوم دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے۔ ان پر عمل کیا جاتا۔

(اس کے مخاطب ڈاکٹر فضل الرّحمان ہیں خط کافی طویل ہے، جس سے ایک اقتباس دیا جا رہا ہے، خط کے لکھنے والے نے نام نہیں لکھا)۔

حکومت در حکومت

محترمی ایڈیٹر صاحب!

فکر و نظر جون ۱۹۶۷ء کا شمارہ سامنے ہے۔ جناب الطاف جاوید کراچی کا خط محترم صدرِ مملکت کی خدمت میں پڑھا۔

خط پڑھنے کے بعد میں کافی دیر تک سوچتا رہا کہ میں عالم خواب میں ہوں یا بیدار! اپنا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ ادارہ تحقیقات اسلامی اب "شرک" کو سمجھنے لگا ہے۔ کہ اسلامی نظام میں "حکومت در حکومت" قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ حالانکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو یہ بات سمجھ میں آجانی چاہیئے تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سب سے بڑا المیہ یہی تھا کہ یہاں "حکومت در حکومت" کے آثار باقی ہی نہیں بلکہ ترقی پذیر رہے۔

جناب الطاف جاوید نے "مُلّائی نظام" کے قیام و ارتقاء کی حکومت در حکومت کے ایک پہلو کی نقاب کشائی کرنے میں کمال چابکدستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں اس پر ان کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں، لیکن حکومت در حکومت کی اور شکلیں بھی ہیں۔ جنہیں بے نقاب کرنے کا یہ بہترین وقت ہے۔

پاکستان اسلامی نظام کی تجربہ گاہ ہے۔ اس میں جہاں حکومت در حکومت کی متعدد شکلیں موجود ہیں۔ وہاں تہذیب مغرب کے اثرات بھی کچھ کم نہیں۔ حقیقی اسلام جہاں مُلّائی نظام سے مختلف ہے، وہاں مغربیت کا بھی جدید ایڈیشن نہیں۔ لہٰذا یہاں مغربیت کو بھی پھلنے اور پھولنے کی کھلی چھٹی نہیں دی جا سکتی۔ ہمارا مقصود و نظر اسلامی نظام کا تجربہ ہے۔ جو اپنی خصوصیات میں بالکل منفرد ہے۔

(ملک حنیف وجدانی، موہڑہ سیداں مری)

قرآنی اسلامی فکر کا احیاء

جہاں تک قرآنی اور اسلامی فکر کے احیاء اور نظامِ عدل کی اقدار کے قیام و انصرام کا تعلق ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام انسانیت کو زندگی کے بارہ میں ایک مکمل نظریہ عطا کرتا ہے، اور یہ نظریہ مختلف حالات و ادوار پر منطبق ہونے یا فروعی معاملات میں رہنمائی کے سلسلہ میں ہمیشہ ترقی اور نشو و نما کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسلام کی مطلوبہ زندگی کے احیاء کے لیے اوّلین کام انسان کی داخلی زندگی میں ایک قومی اسلامی رجحان پیدا کرنا ہے، جو خارجی فضا جسے قوانین و ضوابط سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہم آہنگ ہو، اور یہ صورت اسی وقت پیدا ہوگی، جب داخلی زندگی، عملی شکل اختیار کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے کرام نے قوانین و ضوابط کے نفاذ کو ثانوی حیثیت دی اور پہلے ایسی جماعت پیدا کرنے پر اپنی پوری قوت صرف کی جو اقدار و اعمال اور کردار کو ایک عقیدہ کی صورت میں دل و جان سے قبول کرے۔ خود رسولِ اکرم خاتم الانبیاءؐ نے اپنی دعوت کے ابتدائی ایام میں اُمّت کو کوئی قانون نہ دیا بلکہ ساری قوتیں اس پر صرف کر دیں۔ کہ یقین و ایمان رکھنے والے انسانوں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے کسی قانون کے جبر اور اجتماعی ضابطہ بندی کے دباؤ سے کوئی معاشرتی ڈھانچہ پائیدار نہیں ہو سکتا۔ جب بھی اس سے بچ نکلنے کے مواقع میسّر آئیں گے، انسان ان ضوابط سے بھاگ نکلنے کی راہ تلاش کر لیں گے، اور یہ ایک بنیادی بات ہے جس سے مفر نہیں۔

(میر غلام قادر ہمدانی، سید پوری روڈ راولپنڈی)

سائنس اور سائنسی تفکر اللہ کی شان ہے

محترمی!

میرے مکتوب "مفتوح" نے بعض حلقوں کو کافی مشتعل کیا ہے، اور یہاں کراچی میں بھی اس پر خوب لے دے ہو رہا ہے، پھر ایک کرم فرمانے مجھے بتایا ہے کہ مولانا بنوری صاحب کی نیو ٹاؤن مسجد میں تمام مولوی حضرات اور طلبہ نے اکٹھے ہو کر اس خط کو پڑھا، ایک صاحب خط کو اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے، اور باقی سن رہے تھے، مولانا بنوری صاحب خود بنفسِ نفیس موجود تھے، خط پڑھے جانے کے بعد خط لکھنے والے اور خط چھاپنے والوں کو خوب جلی کٹی سنائی گئیں اور انہیں دشمنِ دین اور نہ جانے اور کیا کیا کہا گیا، مگر مولانا بنوری صاحب نے فرمایا کہ "جو کچھ اس خط میں لکھا ہے، وہ سب کچھ ہو کر رہیگا کیونکہ پاکستان سے باہر بھی ایسے ہی حالات پیدا ہو رہے ہیں، اور وہاں بھی ایسی ہی تحریکیں اٹھ رہی ہیں۔"

میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے اکثر مذہبی بزرگ وقت کی آواز کو نہیں سُن رہے، بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ ان میں سے بہت سے اس آواز کو سننے کی اہلیت کھو چکے ہیں، بد قسمتی سے یہ حضرات اصطلاحات کے دائرے ہی میں سوچ سکتے ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ اپنے داخلی ممکنات کو کائنات ہی کی صورت میں ظاہر کر رہا ہے، قرآن مجید اللہ پر ایمان لانے کے لیے کائنات اور اُس کے مظاہر کو پیش کرتا ہے، اور دُوسرا میدان جس میں اللہ اپنا ظہور فرماتا ہے، وہ نفسِ انسانی ہے انسانی شعُور کی نیرنگیاں بھی اللہ کے ظہور کا نتیجہ ہیں۔

آدمی شمشیر حق شمشیر زن عالم ایں شمشیر را سنگ فسن

ہم فطرت اور نفس انسانی کے مظاہر سے الگ ہو کر اللہ کے وجود کا نشان نہیں پا سکتے، جس طرح انسان نے استدام کو زمان تسلسل کی شکل میں اپنی سہولت مطالعہ کے لیے ڈھال لیا ہے، اسی طرح وہ فطرت، انسان اور اللہ کے درمیان بھی تفریق پیدا کر کے دراصل اپنے تفکّر کی پرواز کو جاری رکھنے کے لیے ایک سہولت پیدا کر رہا ہے۔ ورنہ معاملہ تو

اصل شہود و شاھد و مشہود ایک ہے

کا ہے، لہٰذا قرآن کے تصوّر اللہ کو اپنانے سے ہم فطرت اور شعُور انسانی کی متغیّر اور ارتقاء پذیر فطرت سے الگ نہیں ہو جاتے، بلکہ اس سے ہم ایک نئی آگہی حاصل کرتے ہیں اور اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اللہ کو سمجھنے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے فطرت اور نفس انسانی کے بنیادی قوانین کا مطالعہ کریں، قرآن فطرت کو ایک Living whole کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، جس کا ایک حصّہ خود شعور انسانی ہے۔

ہمارے مذہبی بزرگ اس نقطہ نظر کو در خور اعتنا نہیں سمجھتے، کیونکہ اس تصوّر کو اپنانے سے سائنس اور سائنسی تفکّر ان کے اذعانی عقائد پر فوقیت حاصل کر جاتے ہیں۔

عرب اسرائیل جنگ نے قرآنی حکمت کی صحت کو واضح طور پر ثابت کر دیا، کہ جو قوم اپنے عہد کی روح عصر کے تقاضوں سے آنکھیں بند کرے گی، تباہ و برباد ہو جائے گی، اور یہ بات عیاں ہے کہ ہمارے عہد کی روح عصر سائنس اور سائنسی تفکّر ہے کوئی قوم ابناء اللہ اور احباء اللہ نہیں ہے، فطرت کا عمل ہر ایک کے لیے یکساں حیثیت رکھتا ہے۔

ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

میری دُعا ہے کہ حضرات علماء اللہ کی اس نئی شان کو سمجھ سکیں، جو اس عہد کی روح عصر ہے۔

الطاف جاوید ۹۰/۴ مارٹن روڈ، کراچی